۸ دسمبر ۱۹۷۲ء

ہفتہ وار

ہماری زبان

جلد ۳۲ | انجمن ترقی اردو ہند (علی گڑھ) | شمارہ ۳۶

رجسٹرڈ نمبر ال ۲۲
فون نمبر ۹۰
ایڈیٹر
آل احمد سرور
اشاعت کی تاریخیں
۱ ۸ ۱۵ ۲۲
قیمت سالانہ چھ روپے
قیمت فی کاپی پندرہ پیسے

ادارِیہ

اردو کے متعلق نائب وزیر داخلہ کا بیان

حال میں جناب ایف۔ ایچ۔ محسن نائب وزیر داخلہ حکومت ہند نے پارلیمنٹ میں یہ بیان دیا ہے کہ چونکہ اتر پردیش میں اردو بولنے والوں کی آبادی ساڑھے دس فیصدی ہے اس لئے اسے سرکاری زبان نہیں بنایا جا سکتا۔ ہاں اس کے لئے جو سہولتیں دی جا سکتی ہیں دی جائیں گی۔

ادھر وزیر اعظم اندرا گاندھی، جناب آئی۔ کے۔ گجرال اور دوسرے ذمہ داروں نے اردو کے بارے میں جن خیالات کا اظہار کیا تھا اُن سے کچھ حلقوں میں یہ امید ہو گئی تھی کہ اب اردو کے سارے حقوق مان لئے جائیں گے۔ گجرال کمیٹی برائے فروغ اردو سے بھی بہت سی توقعات وابستہ کر لی گئی تھیں۔ اس کی رپورٹ تو شاید ابھی مکمل نہیں ہو سکی اس لئے اس کے متعلق کچھ نہیں کہا جا سکتا۔ ہاں نائب وزیر داخلہ نے جو کچھ فرمایا ہے اس پر تبصرہ ضروری ہے۔

اردو دوست جب یہ مطالبہ کرتے ہیں کہ دستور کی دفعہ ۳۴۷ کے تحت اردو کو بعض ریاستوں میں سرکاری زبان تسلیم کیا جائے تو وہ اس گنجائش کا سہارا لیتے ہیں جو دستور میں موجود ہے۔ یعنی اردو دوستوں کا مطالبہ ایک آئینی اور دستوری حق کا مطالبہ ہے۔ دستور میں کہیں یہ صراحت نہیں ہے کہ آبادی کا اتنا فی صد حصہ کوئی دوسری زبان بولتا ہو، تب ہی اسے سرکاری زبان کا درجہ دیا جائے گا۔ اس کی دفعہ ۳۴۷ میں جو لفظ ہے وہ (SUBSTANTIAL) ہے جس کے معنی ہیں قابل لحاظ، معتدبہ، معقول۔ دوسری صراحت دستور میں یہ ہے کہ اس معقول، معتدبہ اور قابل لحاظ تعداد کا تعین صدر جمہوریہ کا منصب ہوتا کافی ہے۔ دیکھنا یہ ہے کہ اتر پردیش میں اٹھاسی لاکھ (۸۸) کی آبادی اگر معتدبہ، معقول اور قابل لحاظ نہیں ہے تو پھر اس لفظ کے معنی کیا رہ جاتے ہیں۔ اردو بولنے والوں کی آبادی ریاست جموں و کشمیر کی پوری آبادی سے زیادہ ہے، اور ہریانہ کے زیر غور علاقہ بیشتر علاقوں کی آبادی سے بھی زیادہ ہے۔ اسی طرح بہار میں پچیس لاکھ آبادی اردو بولتی ہے اور آندھرا، مہاراشٹر اور میسور میں تیس لاکھ سے اوپر آبادی اردو بولتی ہے۔ کسی ریاست میں اگر کچھ لوگوں کی مادری زبان اردو ہے تو اس زبان کو وہاں سرکاری کاموں کے لئے استعمال کرنے سے اس آبادی کو قومی تعمیر کے کام میں بھرپور شرکت کا موقع ملتا ہے اور اس آبادی کی میراث، شخصیت کی تشکیل اور نشوونما ہو سکتی ہے اور اس کے ادب کو ترقی کرنے کا موقع ملتا ہے۔ سوچنے کی بات ہے کہ اس اہم اور ضروری حق سے کسی لسانی اقلیت کو محروم کرنے کے معنی یہ ہیں کہ وہ پس ماندہ رہے، اسے مفلوجیت کا احساس رہے، اس کی تعلیم اس کی مادری زبان میں اعلیٰ منزل تک نہ ہو سکے اور اسے روزگار کے کاموں میں دشواریوں کا سامنا ہو۔ ہمارا سماج یہ نا انصافی کیسے گوارا کرتا ہے اور کیوں گوارا کرتا ہے۔

ابھی حال ہی میں مسٹر ہوگنا نے اتر پردیش کی اسمبلی میں بیان دیا تھا جس میں انھوں نے کہا تھا کہ اردو کو سرکاری زبان کا درجہ دینے میں کوئی قباحت نہیں ہے۔ اب نائب وزیر داخلہ مرکزی حکومت کا یہ نیا بیان آیا ہے۔ اردو دوست کیسے سمجھیں کہ ان متضاد بیانات کے کیا معنی ہیں؟

غالباً حکومت لسانی ریاستوں کی تشکیل نو کے کمیشن کی سفارش کا سہارا لے رہی ہے جس میں کہا گیا تھا کہ اگر کسی ریاست کی تیس فی صدی آبادی کوئی دوسری زبان بولتی ہو تو اسے دو زبانی ریاست قرار دیا جا سکتا ہے۔ کمیشن نے یہ بھی کہا تھا کہ اس اصول کو صرف ریاست کے پیمانے پر ہی نہیں بلکہ ریاست میں شامل ضلعوں اور تحصیلوں تک سرکاری کاموں کے لئے برتا جا سکتا ہے یہ واقعہ ہے کہ ریاست میں ضلعوں اور تحصیلوں تک اس اصول کو بھی نہیں برتا گیا۔

اردو دوستوں کا مطالبہ کسی زبان سے برابری یا کسی خاص حیثیت کے نشان (STATUS SYMBOL) کے طور پر نہیں ہے۔ یہ مطالبہ اس لئے کیا گیا ہے کہ پچیس سال کے تجربے نے ہر اس شخص پر جو آنکھیں رکھتا ہے اور دیکھ سکتا ہے یہ واضح کر دیا ہے کہ موجودہ لسانی پالیسی کاغذ پر کیسی ہی خوش آئند معلوم ہوتی ہو عمل میں اس سے اردو کے ذریعہ ابتدائی اور ثانوی تعلیم اور اردو کے استعمال میں سہولتوں کے سلسلے میں بہت کم نتیجہ نکلا ہے۔ موجودہ دفتری نظام ایسا ہے کہ نہ تو ابتدائی درجے پر اردو کے ذریعہ سے ابتدائی تعلیم کا پورا انتظام ہو سکتا ہے نہ ثانوی درجے پر تعلیم کا، نہ استادوں کی تربیت ہو سکتی ہے نہ کتابیں وقت پر اور ضروری تعداد میں فراہم ہو سکتی ہیں۔ اس کے علاوہ زندگی کے روزمرہ کے کاموں میں بھی دشواریاں اور رکاوٹیں باقی رہیں گی۔ ان حالات کی روشنی میں ہم نے دستور کی دفعہ ۳۴۷ کے تحت اردو کو سرکاری زبان تسلیم کرنے کا مطالبہ کیا ہے اور جب تک یہ مطالبہ تسلیم نہیں کیا جائے گا اردو کے ساتھ کتنی ہی زبانی ہمدردی ہو یہ بے معنی رہے گی اور اردو بولنے والوں کے ساتھ بے انصافی ہوتی رہے گی۔

امید ہے کہ انجمن اپنی کانفرنس کے موقع پر اس سلسلے میں نہ صرف ایک واضح پروگرام بنائے گی بلکہ اس کے لئے عملی اقدامات کا بھی فیصلہ کرے گی۔ یہ اردو کی زندگی کا سوال ہے۔ اور اس معاملے میں ہم کو کوئی طاقت اپنے موقف سے نہیں ہٹا سکتی۔

کلیات اکبر الہ آبادی کے نسخے کی ضرورت

بیورو فار پروموشن آف اردو (ترقی اردو بیورو) کلیات اکبر الہ آبادی مطبوعہ عالم پریس کو از سر نو شائع کرنے کا خواہاں ہے۔ اگر کسی صاحب ذوق کے پاس کلیات ہذا کی کوئی جلد موجود ہو تو وہ جناب شہباز حسین پرنسپل پبلیکیشن آفیسر بیورو فار پروموشن آف اردو، وزارت تعلیم ویسٹ بلاک ۷، آر کے پورم نئی دہلی ۲۲ سے خط و کتابت کرنے کی زحمت گوارا کریں۔

بیورو مذکورہ کلیات اکبر الہ آبادی کا معقول معاوضہ دینے کو تیار ہے۔
• جیت سنگھ ریسرچ اسسٹنٹ

خواب نے کی اشاعت

قیصر اردو دہلی نے ظفر ادیب کی طویل نظم "خواب نے" شائع کر دی ہے اس میں ازل سے اس زمانے تک انسان کی کشاکش کا بیان ہے۔ سائز ۲۲×۱۸، صفحات ۱۲۰، قیمت چھ روپے۔
• ظفر ادیب

موج در موج کی اشاعت

افسانہ، ڈرامہ نگار اظہر افسر کے نئے پندرہ مزاحیہ یک بابی ڈراموں کا مجموعہ "موج در موج" نسیم بک ڈپو لاٹوش روڈ لکھنؤ سے شائع ہو گیا ہے۔ قیمت صرف چار روپے ہے۔
• اظہر افسر

ابر احسنی گنوری کا سفاکانہ قتل

یہ دردناک خبر ہماری زبان میں کچھ تاخیر سے شائع ہو رہی ہے کہ اردو کے مشہور شاعر اور مسلم الثبوت استاد سخن جناب ابر احسنی گنوری کو ۲۷/۲۸ نومبر کی درمیانی شب میں اپنے مکان قصبہ گنور میں نامعلوم اسباب کی بنا پر کسی نے بے رحمی کے ساتھ قتل کر دیا۔ آپ حضرت احسن مارہروی کے ارشد تلامذہ میں سے تھے۔ مرحوم کی عمر ۷۰ برس کی تھی۔ روایتی شاعری میں آپ مسلم الثبوت استاد فن مانے جاتے تھے آپ کے تلامذہ کا حلقہ ہندوپاک میں کافی وسیع ہے۔ مرحوم کے کلام کے کئی مجموعے شائع ہو کر خراج تحسین حاصل کر چکے ہیں۔ خدا مرحوم کی مغفرت کرے ادارہ مرحوم کے پسماندگان اور سوگوار اردو کے غم میں برابر کا شریک ہے۔
• ادارہ

"ادراک" کی رسم اجراء

اورنگ آباد، مولانا آزاد کالج اورنگ آباد میں پروفیسر شمیم احمد صاحب کی تنقیدی کتاب "ادراک" کا اجراء جناب ڈاکٹر رفیق زکریا صاحب وزیر اطلاعات مہاراشٹرا کے دست مبارک سے عمل میں آیا۔ کالج کے پرنسپل جناب نظر الدین صاحب نے "ادراک" کو ایک اہم تنقیدی کارنامہ بتایا۔ پروفیسر عتیق اللہ نے ادراک پر ایک مختصر مگر جامع تنقیدی تبصرہ فرمایا۔ ڈاکٹر رفیق زکریا صاحب نے شمیم احمد صاحب کے نظریات کو سراہتے ہوئے "ادراک" کو جدیدیت کا حامل قرار دیا۔
• ناصر نگار

محمد انصاراللہ

اُردو کیا ہے؟

اردو کے غیر مسلم مصنفین کی کل ہند کانفرنس کے انعقاد سے یہ بات سامنے آگئی ہے کہ اردو والے اب اپنے مسائل کو دل سے حل کرنے کے خواہشمند ہیں۔ اس لئے اس خبر سے طمانیت کا احساس ہوا۔ اس کانفرنس کا اصل مقصد اردو کے متعلق پھیلائی جانے والی غلط فہمیوں کو دور کرنا تھا۔ اس سلسلے میں یہ عرض کرنا غالباً بیجا نہ ہو کہ شاخوں اور پتوں سے الجھنے سے بہت زیادہ ضروری یہ ہے کہ اصل کی طرف توجہ کی جائے۔ غلط فہمیوں کے ازالے کی کوشش کے مقابلے میں زیادہ ضروری یہ ہے کہ ان غلط فہمیوں کے اسباب کا پتا چلایا جائے اور ان اسباب کو دور کرنے کی جد وجہد کی جائے۔ اردو کے مسلم الثبوت مورخین کی مستند تصانیف میں اس قسم کے جملے بہ کثرت مل گئے ہیں:

> ”ملک محمد جائسی ایک شاعر ہوا، اس نے پدماوت کی داستان نظم کی...... مطلب اس کا ہے کہ مسلمان بلکہ ہندو بھی نہیں کھتا“ (آب حیات ص۲۴)

> ”اردو دلی کی قدیم زبان نہیں ہے بلکہ وہ مسلمانوں کے ساتھ دلی میں جاتی ہے“ (پنجاب میں اردو ص۱۹)

> ”شمال کے فاتح...... یہی زبان بھی اپنے ساتھ لائے۔ اس سرزمین برج میں مسلمانوں کی لائی ہوئی زبان ابھی پختہ نہیں ہونے پائی تھی اور اس پر برج کا زیادہ اثر نہیں ہوا تھا کہ مسلمانوں نے جنوب کا رخ کیا“ (دکن میں اردو طبع چہارم ص۲)

ان اقتباسات کی روشنی میں یہ کہا جا سکتا ہے کہ ہندی ہندوؤں کی اور اردو مسلمانوں کی زبان ہے۔ ظاہر ہے کہ یہ بات صحیح نہیں مگر اس کی تردید مقصود ہے تو ضروری یہ ہے کہ زبان اردو کی ابتدا کے بارے میں اپنے نظریہ عمل دیتے پر خود اردو والے نظر ثانی کریں۔ ہندی کے علما کا اپنی زبان کے بارے میں جو رویہ ہے اس کو ملحوظ رکھنا سب سے ضروری ہے۔ چند بردائی کی پرتھوی راج راسو سے لے کر تلسی داس کی رامائن تک سب کو وہ ہندی کے دائرے میں شامل کرتے ہیں۔ راجستھانی، برج، کھڑی اور اودھی سب ہی زبانیں ہندی کے مختلف روپ ہیں بلکہ اگر ضرورت ہو تو میتھلی، تامل، تلگو، کنڑ، مراٹھی اور بنگالی تک کو ہندی اپنے دامن میں جگہ دے سکتی ہے۔ مسلم یونیورسٹی علی گڑھ میں شعبۂ ہندی کے تحت ان مختلف زبانوں کی تدریس کا بھی انتظام ہے۔ اس طرح ہندی ملک گیر زبان بن گئی ہے۔ اردو اس کے برخلاف حیرت انگیز حد تک سخت گیر ہے۔ کہا جاتا ہے کہ اردو کے معاملات لسانی اصولوں پر مبنی ہیں اور یہ لسانی معاملات بجائے خود مبہم اور غیر متعین ہیں۔ سندھ اور پنجاب سے لے کر گجرات اور دکن تک مختلف مقامات کو اردو کا مولد یا منبع کہا گیا ہے۔ اگرچہ شمالی ہند کے اکثر علما اردو کو کھڑی بولی پر مبنی سمجھتے ہیں لیکن ہنوز یہ بات متفقہ طور پر تسلیم شدہ نہیں ہے اور ظاہر ہے کہ کوئی بھی اختلافی بات حدود کے تعین کے لئے بنیاد نہیں ہو سکتی۔ باایں ہمہ اردو کے اہل علم اپنی تحقیقات کی روشنی میں ایک مثبت کارنامہ یہ انجام دے سکتے تھے کہ پنجابی اور گوجری یا گجراتی، ہریانی اور میواتی وغیرہ زبانوں کے قدیم ادبی سرمایہ کو بالکل اسی طرح اردوئے قدیم کا نمونہ تسلیم کر لیتے جس طرح دکنی کے سرمایہ کو تسلیم کرتے ہیں۔ اسی طرح نہ صرف زبان کے سرمایہ میں وافر اضافہ ہو جاتا بلکہ تحقیق کے دائرے وسیع ہو جاتے۔ یہ نتیجہ بھی سامنے آتا کہ

مشہور ہے کہ اردو کی ابتدائی نشوونما میں صوفیائے کرام کا کام بہت وسیع تھا لیکن اردو کی درسیات میں اس سلسلے کی تصانیف کا مطالعہ غالباً کہیں بھی شامل نہیں ہے۔ صوفیائے کرام کے نام لینے سے اگر زبان اردو کے ایک مخصوص فکری میلان کی طرف اشارہ مقصود ہوتا ہے تو اس فکری میلان کو سمجھنے کے لئے صوفیائے کرام کے علمی اور ادبی کارناموں کا بالاستیعاب مطالعہ بھی ضروری ہے۔ چنانچہ کبیر، قطبن، الکھ داس، الشیخ عبدالقدوس، اور ملک محمد جائسی وغیرہ کی تصانیف کو کما حقہ اہمیت دینی ناگزیر ہے۔ اتنی بات تو ہے کہ محمد حسین آزاد، محمود شیرانی، عبد الحق اور مسعود حسین خان وغیرہ سب ہی اس سلسلے کے بعض شاعروں کا نام اپنی کتابوں میں شامل کیا ہے۔ ان کے کلام سے بھی کچھ کچھ تبرکاً نقل کر دیا ہے لیکن تفصیلی مطالعہ کی غالباً اب تک اہمیت تسلیم نہیں کی ہے۔ چنانچہ اس گراں مایہ ادبی سرمایہ کو اب تک اردو کے دائرے سے الگ نظر ہی رکھا گیا۔

رسم خط کی بات بھی قابل لحاظ تھی لیکن چونکہ زبانوں سے اس کی حیثیت محض لباس کی ہوتی ہے اردو کے سرمایہ کی حدیں مقرر کرنے میں اس سے بھی کما حقہ فائدہ اٹھایا نہ جا سکا۔ چنانچہ اردو کے علما کی طرف سے اب بھی یہ کہا جاتا ہے کہ:

> ”...... اردو اس اعتبار سے بہت کم مایہ ہے۔ ۷۰۰ھ سے ۱۲۵۰ھ تک ادبی نمونوں کے فقدان کی وجہ سے اس کی مسلسل تاریخ نہیں لکھی جا سکتی“

(مقدمہ تاریخ زبان اردو طبع چہارم ص۱۲)

ہندی کے علما نے مختلف بولیوں (راجستھانی، کھڑی، برج اور اودھی) کے ادب کو اپنایا۔ مختلف فکری میلانات (رام بھکتی، کرشن بھکتی

وغیرہ) کو نئے یہاں ناگری رسم خط کی قید کو بھی اٹھا دیا (چنداین سیناست) ، مرگاوتی ، پدماوت وغیرہ کے قدیم نسخے فارسی خط میں ہیں ۔ اس کے برخلاف اردو کا معاملہ یہ ہے کہ ایک کتاب جس کے تقریباً سب قدیم نسخے فارسی خط میں ہیں ، جس میں سارے عنوانات بزبان فارسی ہیں ، جس میں صوفیانہ عقاید کی ترجمانی اس حد تک ہوئی ہے کہ ایک موقع پر نماز کے بعد مسجد میں بھی اس کے بعض حصے سنائے گئے اور جس کا مصنف یقینی طور سے مسلمان تھا اور ہیئت کے لحاظ سے وہ مثنوی سے قریب تر ہے اور اس میں قافیہ کی پابندی کی گئی ہے ، ہنوز اردو کے دائرہ میں شامل نہیں کی جا سکی ہے کیونکہ وہ ایک خاص لسانی معیار پر پوری نہیں اترتی یعنی وہ بنیادی طور سے کھڑی بولی میں نہیں ہے ، میری مراد ملا داؤد کی چنداین سے ہے جو جدید بولیوں میں دریافت شدہ قدیم ترین تصنیف ہے ۔ یہ خاص لسانی معیار آج کی بات ہے اور زبان اردو اس سے بہت پہلے ترقی کی کئی منزلیں طے کر چکی تھی ۔ ظاہر ہے کہ آج قائم کئے ہوئے اس معیار کے پیش نظر قدیم ادبیات کو اردو کے دائرہ سے خارج کرتے چلے جانا زبان کو محدود تر بنا دینے کے مترادف ہے ۔ بات ایک چنداین کی ہوتی تو غم نہ تھا یہاں تو ستم یہ ہوا ہے کہ ایک مربوط اور مسلسل فکری اور ادبی روایت کو اردو کے دائرہ میں مذکورہ معیار کی بدولت اب تک شامل نہیں کیا جا سکا ہے ۔

دلی شاہ نشین شہر تھا ، اس سے منسلک ہونا بھی شرافت اور بزرگی کا سبب تھا ، تمام علوم و فنون کا اسے منبع سمجھا گیا لیکن یہ بیچاری اردو تو عوام میں پیدا ہوئی تھی ، انھیں میں پلی اور بڑھی تھی ، اسے دار السلطنت سے بس دور کا تعلق ہو سکتا ہے ۔ اس دار السلطنت میں حضرت نصیر الدین اودھی (معروف بہ چراغ دہلی) کی برکت سے یہ جانی گئی ۔ ورنہ اس کی ترویج و ترقی تو اس اودھ کے علاقے میں ہوئی تھی جس کی صحبتوں کو آج تک امیر خسرو یاد کرتے رہے ۔ اردو کا مولد اور منبع تو وہی علاقہ ہے جہاں حضرت اشرف جہانگیر سمنانی ، حضرت شرف الدین یحییٰ منیری ، حضرت عبد الحق ردولوی ، حضرت عبد القدوس ردولوی (معروف بہ گنگوہی) جیسے اکابر صوفیا رہتے ، یہیں داؤد ، سادھن ، کبیر ، قطبن ، منجھن ، جلسن ، برہان ، جائسی ، تلسی ، عالم ، عثمان ، قاسم وغیرہ باکمال شعراء نے اس زبان اور اس کے ادب کو ترقی دی اس حد تک کہ اس کا دائرہ اثر پنجاب اور دکن تک وسیع ہوا ۔ یہ ایسے حقائق ہیں جن سے سرسری گذر جانا مناسب نہ تھا لیکن اردو کے علماء نے صرف یہ کہنا کافی سمجھا ۔

"اودھی ...... ہندوستان کی مشرقی زبانوں سے زیادہ قریب ، یہ ناگری رسم الخط میں لکھی جاتی ہے ۔" (مقدمہ تاریخ زبان اردو ص۹۶)

"یہ صحیح ہے کہ عام طور پر اودھی ناگری خط میں لکھی جاتی ہے ، مگر اردو رسم الخط میں بھی اس کے نمونے ملتے ہیں بات بس اتنی ہے کہ ہندی کے نکتہ سنجوں نے اس زبان کی تصانیف کی اہمیت کو محسوس کیا انھوں نے اس زبان کی جتنی بھی قدیم تصانیف انھیں دریافت ہوئیں تقریباً سب کو دیوناگری خط میں شائع کر کے اپنی زبان کے سرمایہ کو وسعت دی ، چنانچہ داؤد کی چنداین بھی ہندی میں ایک سے زاید بار چھپ چکی ہے جب کہ اردو کے اکثر علماء نے بھی اس کتاب کی اہمیت کو محسوس نہیں کیا ۔

"جائسی کی پدماوت اور تلسی داس کی رامائن کو چھوڑ کر اس عہد کا جو بھی قابل قدر اور گراں مایہ ادب ہے سب برج بھاشا میں ہے ۔" (مقدمہ تاریخ زبان اردو ص۱۵۱)

بہر حال اس ضمن میں ایک واقعہ یہ ہے کہ مولوی عبد الحق مرحوم نے معراج العاشقین نامی رسالہ خواجہ بندہ نواز سے منسوب کر کے مدت ہوئی شائع کر دیا تھا ۔ ڈاکٹر حفیظ قتیل نے ۱۹۶۸ء میں بڑی کاوش سے "معراج العاشقین کا مصنف" نامی کتابچہ شائع کیا اور اس میں یہ ثابت کیا کہ یہ "سترھویں صدی کے اواخر کی ایک شخصیت کی تصنیف ہے ۔" اس پر تبصرے بھی شائع ہوئے لیکن ۱۹۷۱ء میں جب "مقدمہ تاریخ زبان اردو" کا چوتھا ایڈیشن "بعد نظر ثانی و اضافہ" شائع ہوا تو بھی اس میں یہی عبارت درج ہے ۔

"اردو زبان کے ارتقاء کے سلسلے میں سب سے مستند نقش حضرت گیسو دراز کی معراج العاشقین ہے ۔" (ص۱۳۹)

اردو لسانیات زمانی ہی نہیں مکانی بعد کے سبب بولیوں میں پیدا ہونے والے اختلافات کی بھی نشاندہی کرنے میں اب تک بہت بڑی حد تک ناکامیاب ہے ۔ اردو کے علماء میں شاید کوئی بھی مختلف بولیوں کے نازک اختلافات سے کما حقہ واقف نہیں رہا ہے ۔ مولانا محمد حسین آزاد نے جن قدیم ترین چھ شاعروں کا نام لیا ، ان میں کم سے کم تین یعنی کبیر ، جائسی اور تلسی یقینی طور پر پوربی کے شاعر تھے ، صرف ایک یعنی سورداس ایسا ہے جو برج بھاشا کا شاعر تھا ، اس کے باوجود انھوں نے اردو کا رشتہ برج بھاشا سے جوڑ دیا ۔ مظفر علی خاں ولا نے عالم کی اودھی زبان کی تصنیف "مادھونل اور کام کندلا" کا ترجمہ کیا اور وہ اس کی زبان کو برج بھاشا سمجھتے رہے ۔

(باقی آئندہ)

مراسلات

میر کے ایک شعر کا مطلب

داغ آنکھوں سے کھل رہے ہیں سب
ہاتھ دستہ ہوا ہے نرگس کا

اگر ذرا غور کیجئے تو بات بڑی لطیف نکلے گی۔ محبوب کی جدائی کے غم نے دل میں داغ پیدا کر دئے ہیں۔ داغ سے پہلے زخم کا ہونا ضروری ہے اور کبھی یہ بھی دیکھنے میں آیا ہے کہ داغ رسنے لگتے ہیں۔ یہ خاص داغ ہوتے ہیں مگر اندر ناسور۔ ناسور کا منہ ہو جانا سنتے آئے ہیں۔

محبوب کی جدائی رونے پر مجبور کرتی ہے۔ آنسوؤں کے ساتھ داغ دل کے اثرات بھی ظاہر ہوتے ہیں۔ میر صاحب آنسوؤں کو ہاتھوں سے پاک کرتے ہیں۔ داغ آلود آنسو ہاتھ پر نرگس کے پھول کھلاتے ہیں اور اس طرح ان کا ہاتھ دستۂ نرگس بن جاتا ہے۔ نرگس کے پھول سے آنکھ کی مناسبت واضح ہے۔ آنکھوں سے کام نکلنے آنکھوں کی طرح بھی ہو سکتا ہے اور آنکھوں کے ذریعہ بھی قیاس کیا جا سکتا ہے۔ نرگس کا پھول اگر سرخ نہیں ہوتا ہو تب بھی تشبیہ غلط نہ ہوگی اور خون کی رعایت باقی رہے گی۔ تشبیہ کے لئے محض ایک وجہ شبہ کافی ہوتی ہے۔ آنکھ کی رعایت سے نرگس کے پھول بن گئے سرخ ہوں کہ سیاہ۔ بعض لوگوں کا خیال ہے کہ نرگس سرخ بھی ہوتی ہے۔

چھلوں والی تلمیح سو اس شعر پر کوئی قرینہ نہیں معلوم ہوتا۔ میر صاحب بغیر کسی قرینے کے شعر نہیں کہتے۔ کبھی خون بھی اس طرح جم جاتا ہے کہ دھوئے نہیں دھلتا۔ یہ خصوصیت محض داغ یا وحشت کے ساتھ ہی نہیں ہے۔ خود میر کا ایک شعر ہے ؎

جم گیا خون کف قاتل پہ ترا میر زبس
ان نے رو رو دیا کل ہاتھ کو دھوتے دھوتے

خون کا داغ بھی پڑ سکتا ہے اور ایسا کہ چھڑانے سے نہ چھوٹے۔ غالباً سودا نے کہا ہے ؎

چھڑانے سے نہ چھوٹے گا ارے قاتل نہ بن لڑکا
وفاداروں کے خوں کا داغ کیا دھبہ ہے گیرو کا

رام پور — نجم الدین نقوی

اردو کے امتحانات کی افادیت میں اضافہ کی ضرورت

۱- اردو کے پرائیویٹ امتحانات جو جامعہ اردو علی گڑھ ادارہ ادبیات اردو حیدرآباد اور ادارہ اردو بورڈ علی گڑھ سے ہوتے ہیں ان کی افادیت میں اضافہ کی ضرورت ہے۔ اب تک یہ اصول رہا ہے کہ طلبہ کو صرف انگلش کے ہائی اسکول یا بی۔ اے کے امتحانات دینے کی اجازت دی جاتی رہی ہے۔ طلبہ جب تک ایم اے نہیں کر لیتے اس وقت تک وہ کسی قسم کی ٹریننگ یا ڈگری کا خواب بھی نہیں دیکھتے اور یہ مسئلہ اردو طلبہ کے لئے نہایت تکلیف دہ ہے۔

سال گزشتہ بنارس ہندو یونیورسٹی نے عربی فارسی امتحانات کو تسلیم کیا ہے جس میں صرف پہلا امتحان اونلی انگلش میں ہونا کافی ہے یعنی منشی مولوی اور انگلش اونلی۔ ہائی اسکول پری فل کورس میں داخلہ لے سکتا ہے اسی طرح عالم کامل اور پری انگلش بی اے فل کورس میں بی اے فرسٹ ایئر سیکنڈ ایئر فل کورس میں جانے کی پوری سہولت عربی فارسی سنسکرت اور پالی والوں کو دی گئی ہے۔

اس لئے تمام یونیورسٹیوں سے گزارش ہے کہ وہاں عربی ادیب جامعہ اردو ادیب عالم حیدرآباد، ادیب اردو، فاضل اردو بورڈ علی گڑھ اور ہائی اسکول اونلی انگلش کو تسلیم کیا جائے تاکہ کسی بھی میدان میں آگے بڑھ سکیں۔

جہاں جہاں بی اے سے تسلیم ہے وہاں ادیب کامل مع انگلش دبیر فاضل مع انگلش اردو بورڈ علی گڑھ اردو فاضل حیدرآباد مع انگلش یا اونلی انگلش پری یونیورسٹی کو بی اے سال دوم میں داخلہ دیا جائے۔ ادیب کامل مع انگلش کو صرف انجمن یونیورسٹی داخلہ دیتی ہے۔ یہ مثال ہماری اردو علاقوں کی یونیورسٹیاں بھی قائم کر سکتی ہیں۔

۲- ہندی ساہتیہ سمیلن پریاگ ایک وسیع ہندی ادارہ ہے اس کی طرف سے ادبی ساہتیہ اور فنی امتحانات ہوتے ہیں جن کی تعداد اردو سے زیادہ ہے۔ ان امتحانات کو ریاستوں اور جامعات سے ہر طرح کی مراعات دلانے سے نوازا جاتا ہے۔

دہلی — مشتاق احمد

(صفحہ ۸ سے آگے)

تو ریاستی حکومتیں نے قانونی ضمانت اور تحفظ کے لئے کب قدم اٹھائے۔ چونکہ اردو کو دوسری سرکاری زبان کا درجہ دئے جانے کی مخالفت کو اردو مخالف حلقوں میں ختم کرنے اور اردو کے ان حلقوں کو مطمئن کرنے جو سرکاری اعلانات کو حکومت کے بیانات و بیانیے دیکھ کر شک و شبہ کر رہے ہیں۔

ایک تجویز کے ذریعہ یہ بھی مطالبہ کیا گیا کہ اردو کو غیر اردو حلقوں میں مقبول بنانے نیز اس کی اہمیت کے نقطۂ نظر سے ملازمت کے امتحانات میں اردو کو ایک اختیاری زبان کا درجہ دئے جانے کا اعلان کیا جائے تاکہ اسے سیکھنے کا قانونی جواز پیدا ہو اور طلبہ میں اردو زبان کے حصول کا رجحان پیدا ہو۔

قومی آواز۔ لکھنؤ

انجمن کی خبریں

اردو کانفرنس کے انعقاد کی تیاریاں

دلی: یہاں پر ۲۹، ۳۰ اور ۳۱؍دسمبر کو ہونے والی آل انڈیا اردو کانفرنس کے سلسلے میں جو انجمن ترقی اردو ہند کی سالانہ کانفرنس کے طور پر ہو رہی ہے تیاریاں زور و شور کے ساتھ جاری ہیں۔ مجلس استقبالیہ کی میٹنگ میں جو ۶؍دسمبر کو ہونے جا رہی ہے اب تک کی تمام کارگزاریوں کا جائزہ لیا جائے گا اور کانفرنس کو کامیاب بنانے کے لئے کچھ اہم فیصلے کئے جائیں گے۔ توقع کی جا رہی ہے کہ گجرال کمیٹی کی رپورٹ جو اس وقت تیاری کے مرحلے میں ہے اس وقت تک شائع ہو جائے گی اور اردو کانفرنس میں ہندوستان بھر سے آنے والے مندوبین کو اس رپورٹ پر غور و فکر اور اظہار رائے کا موقع مل سکے گا۔ مجلس استقبالیہ کی گذشتہ میٹنگ میں جو اہم کمیٹیاں بنائی گئیں ان میں فنانس کمیٹی شامل ہے جس کا چیرمین مرزا سبحان احمد صاحب کو بنایا گیا ہے جو مجلس استقبالیہ کے جنرل سکریٹری بھی ہیں۔ دلی کے مندوبین کے قیام اور طعام کا انتظام جامعہ ملیہ میں ہوگا۔ استقبالیہ کمیٹی نے پنڈال کی تعمیر پر ہونے والے کثیر اخراجات سے بچنے کے لئے طے کیا ہے کہ کانفرنس کا افتتاحی اجلاس وگیان بھون کے بڑے ہال میں کیا جائے۔ توقع ہے کہ وزیر اعظم مسز اندرا گاندھی یا نائب صدر جناب پاٹھک اس کا افتتاح کریں گے۔ اتر پردیش کے وزیر اعلیٰ جناب بہوگنا کو بھی کانفرنس سے خطاب کرنے کی درخواست منظور ہے۔ کانفرنس کے دوسرے اور تیسرے دن ڈیلیگیٹ سیشن دیوان غالب کے آڈیٹوریم میں ہوں گے اور آخری دن کھلا اجلاس جامع مسجد کے علاقے میں ہوگا۔ کانفرنس کے موقع پر اردو کتابوں اور اخبارات کی ایک نمائش کا انتظام بھی کیا جا رہا ہے۔

• بہار جیتی، سکریٹری پروپگنڈہ کمیٹی

بھروچ میں انجمن کا قیام

بھروچ (گجرات) سید احمد زیدی صاحب (بمبئی) رکن انجمن ترقی اردو ہند کی تحریک پر یہاں انجمن ترقی اردو کی شاخ کا قیام عمل میں آیا۔ صدر کے عہدے پر بھروچ میونسپلٹی کے سابق صدر جناب ڈاکٹر سید اسد علی صاحب اور سکریٹری کے لئے جناب ابو الفیض سعید نور محمد پرواز اکیلوی منتخب ہوئے اور خازن جناب عزیز الدین صاحب منتخب ہوئے۔ ان کے علاوہ مجلس عاملہ کے تمام اراکین کا انتخاب ہوا۔ اس جلسے میں اردو کی ترقی و بقا سے متعلق بہت سی تجاویز بھی منظور ہوئیں۔

• جنرل سکریٹری

انجمن ترقی اردو شاخ کوٹر لا کے انتخابات

کوٹر لا (کریم نگر) کوٹر لا تعلقہ مٹپلی ضلع کریم نگر میں ۱۰؍نومبر کو انجمن ترقی اردو کے سالانہ انتخابات عمل میں لائے گئے۔ مسٹر پی یشونت راؤ صدر اور ڈاکٹر عزیز الرحمٰن معتمد و خازن منتخب ہوئے۔ ان کے علاوہ (۱۱) اراکین کا بھی انتخاب عمل میں آیا۔

• نامہ نگار

اردو کانفرنس بستی

انجمن ترقی اردو بستی کی مجلس انتظامیہ اور محبان اردو بستی کا مشترکہ جلسہ ۲۴؍نومبر ۱۹۷۳ء کو زیر صدارت قاضی محمد عدیل عباسی صاحب ایڈوکیٹ صدر انجمن ترقی اردو بستی منعقد ہوا۔ ضلع بستی کی ایک اردو کانفرنس زیر اہتمام انجمن ترقی اردو بستی ۲۰؍جنوری ۱۹۷۴ء کو منعقد کی جائے جس میں ضلع کے ہر گوشہ سے نمائندے مدعو کئے جائیں تاکہ اردو کی تعلیم و چلن کو فروغ دینے کے لئے موثر تنظیمی قدم اٹھایا جا سکے۔ اتفاق رائے سے طے کیا گیا کہ پروفیسر آل احمد سرور سکریٹری انجمن ترقی اردو ہند سے کانفرنس کی صدارت کی درخواست کی جائے اور ڈاکٹر گوپی چند نارنگ، ڈاکٹر نور الحسن ہاشمی صاحب صدر شعبۂ اردو لکھنؤ یونیورسٹی، ڈاکٹر محمود الٰہی زخمی صاحب صدر شعبۂ اردو گورکھپور یونیورسٹی اور جناب شیو ناتھ پرشاد صاحب صدر انجمن ترقی اردو اتر پردیش کو کانفرنس میں شرکت اور خطاب کے لئے مدعو کیا جائے۔

یہ بھی طے ہوا کہ چونکہ ضلع کے اندر بہت سے شعرا ہیں جو اردو کی بقا و ترقی میں گرانقدر امداد دے سکتے ہیں۔ لہٰذا ان سب صاحبان کو بطور نمائندہ طلب کیا جائے اور ضلع کے شعرا کا مشاعرہ بھی کیا جائے جس کی غرض کام کو آگے بڑھانا ہے۔ کانفرنس کے کنوینر ڈاکٹر سلطان پرشاد جگر اور صدر مجلس استقبالیہ اختر کمال صاحب ایڈوکیٹ بالترتیب منتخب کئے گئے۔ متعدد کمیٹیاں اور ان کے انچارج مقرر کئے گئے۔ ایک کلرک اور ایک چپراسی کی تقرری کی بھی منظوری دی گئی۔

• شفیق احمد شفیق، سکریٹری انجمن ترقی اردو بستی

اخباروں سے تراشے

اردو املا کی معیار بندی پر رپورٹ

حیدرآباد۔ مرکزی حکومت کے ماتحت کام کرنے والے ترقی اردو بورڈ نے اردو املا کی معیار بندی کے لئے ماہرین کی جو کمیٹی تشکیل دی تھی اس نے اپنا کام مکمل کر لیا ہے اور بہت جلد اس کی رپورٹ اردو والوں کے سامنے پیش کر دی جائے گی۔

اردو املا کی معیار بندی کا مقصد الفاظ کی تحریر میں یکسانی کے ضابطے پیش کرنا ہے تاکہ تعلیم تدریس اور پڑھنے لکھنے میں الفاظ کی درستی اور یکسانی ہو سکے۔

ترقی اردو بورڈ کے [illegible] ڈائرکٹر ڈاکٹر [illegible] نے بتایا ہے کہ بورڈ کے کام میں اردو انسائیکلوپیڈیا کی تیاری بھی ایک اہم کام ہے جو [illegible] ابوالکلام آزاد اور [illegible] کو دے دیا گیا ہے جس نے مختلف مضامین کے بورڈ آف ایڈیٹرز کی تشکیل کر لی ہے۔ کام برابر تیزی سے جاری ہے۔

اردو سے انگریزی اور انگریزی سے اردو لغت کی تدوین انجمن ترقی اردو علی گڑھ کے سپرد کی جا چکی ہے۔ ترقی اردو بورڈ کے تحت مختلف علوم کی اصطلاحات سازی بھی اطمینان بخش رفتار سے ہو رہی ہے۔ اب تک (۶۰) ہزار اصطلاحات کو آخری شکل دی جا چکی ہے۔ ایک لاکھ اصطلاحوں کو تشخیص دینے کے بعد ان کو مرتب کر کے مناسب ترتیب اور تشریح کے ساتھ شائع کیا جائے گا۔ خوش نویسی، ٹائپ، طباعت اور اشاعت کے مسائل پر بھی توجہ دی جا رہی ہے۔

ترقی اردو بورڈ کے تحت (۰۰) جدید علوم کی کتابوں کا ترجمہ ہوا ہے اور ایسی نصابی اور غیر نصابی کتابوں کا ترجمہ کرایا جا رہا ہے جو انگریزی زبان میں سائنس وغیرہ پر مستند کتابیں ہیں۔ یہ کام ہو رہا ہے اور (۲۶) شائع ہو چکی ہیں۔ سال کے آخر تک (۵۰) کی مزید اشاعت عمل میں آئے گی۔

اردو طلبہ کی ضروریات کے مطابق نصاب اور عام مطالعہ کی کتابوں کی تالیف اور تصنیف بھی جاری ہے۔

• قومی آواز، لکھنؤ

عثمانیہ یونیورسٹی میں پوسٹ گریجویٹ سطح تک اردو ذریعہ تعلیم کی ضرورت

حیدرآباد۔ [illegible] نے کہا کہ آندھرا پردیش کے لئے مجوزہ مرکزی یونیورسٹی میں اردو کو اس کا مستحقہ مقام تو ملنا چاہئے لیکن عثمانیہ یونیورسٹی میں اردو ذریعہ تعلیم سے گریجویٹ اور پوسٹ گریجویٹ سطح کی تعلیم کا بہر حال انتظام ہونا ہی چاہئے۔ ڈاکٹر [illegible] کل تمام اردو [illegible] ہال میں اردو مجلس کے خصوصی نشست کی صدارت کر رہے تھے۔ ڈاکٹر [illegible] نے کہا کہ مرکزی یونیورسٹی غالباً بنارس اور علی گڑھ یونیورسٹی کی طرز کی ہو گی جس میں علاقائی کالجوں کے الحاق کے مواقع حاصل نہ رہیں گے اس اعتبار سے اگر مرکزی یونیورسٹی میں اردو ذریعہ تعلیم

کا بندوبست بھی کیا جائے تو اس سے ہماری ریاست کے جامعہ عثمانیہ سے ملحقہ اردو ذریعۂ تعلیم کے کالجوں کو کچھ زیادہ فائدہ نہیں پہنچ سکے گا۔ اس کے برعکس جامعہ عثمانیہ ماضی میں اردو ذریعۂ تعلیم کی ایک منفرد اور کامیاب درس گاہ رہی ہے اور ضرورت ہے کہ اس یونیورسٹی میں گریجویٹ اور پوسٹ گریجویٹ سطح پر اردو کی تعلیم کا انتظام ہو۔ انجمن ترقی اردو آندھرا پردیش اس مطالبہ کی حامی ہے اور اس مطالبہ کی تکمیل کے لئے وہ سب کچھ کرے گی جو اس سے ممکن ہے۔ ڈاکٹر راج نے کہا کہ گجرال کمیٹی رپورٹ کی ترتیب و تیاری کے آخری مراحل طے کر رہی ہے اس لئے ضرورت ہے کہ اردو والے اپنے معقول مطالبات کی موثر انداز میں نمائندگی کی مہم پورے زور و شور سے شروع کریں تاکہ گجرال کمیٹی اپنی رپورٹ میں ان کے مطالبات کی تکمیل کی گنجائش نکالنے پر مجبور ہو جائے۔ انھوں نے اس بات پر سخت تنقید کی کہ ہندوستان کے ارباب مجاز دستور ہند میں دفعہ ۳۴۵ اور ۳۴۷ کی موجودگی کے باوجود اردو والوں کو جو ایک لسانی اقلیت کی حیثیت رکھتے ہیں، نظم و نسق میں برابر کا حصہ دار بنانے کی ہر تجویز کو کسی نہ کسی بہانے مسترد کرتے رہے ہیں۔ وہ اردو کو نہ تو دوسری علاقائی زبان ماننے کے لئے تیار ہیں اور نہ ہی دوسری سرکاری زبان بنانے پر آمادہ۔ ان سے یہ بھی کہا جا رہا ہے کہ کم از کم ان علاقوں میں جہاں اردو والوں کو معتد بہ اکثریت ہے وہاں نظم و نسق کے ہر شعبہ میں اردو کے استعمال کی گنجائش نکالی جائے۔ انھوں نے بتایا کہ ایسے علاقوں کی واضح طور پر نشاندہی کی جا چکی ہے اور کوئی وجہ نہیں کہ اس مطالبہ کو قبول نہ کیا جائے۔

• سیاست حیدرآباد

اردو ٹیچروں کے مسائل کی یکسوئی کا تیقن

لکھنؤ۔ اترپردیش اردو ٹیچرز اسوسی ایشن کے سہ رکنی وفد کو ریاستی وزیر تعلیم جناب راج بہاری سنگھ نے یقین دلایا کہ اردو ٹیچروں سے امتیازی سلوک ختم کرنے کی وہ پوری کوشش کریں گے تاکہ جلد از جلد مہنگائی بھتہ اور دوسری سہولتیں ملیں اور تنخواہوں میں اضافہ ہو جائے۔ انھوں نے کہا کہ ہم ذرائع کی تلاش میں ہیں تاکہ اردو ٹیچروں کو مایوسی نہ ہونے پائے۔

وزیر تعلیم نے مساوی حقوق کا مطالبہ منظور کر لیا۔ وفد کے لیڈر جناب اظہار احمد نے نو نکاتی یادداشت پیش کی جس میں اردو میڈیم میں داخلوں کے رجسٹر میں خانہ پری کے علاوہ حقوق اردو ٹیچروں کو دئے جانے بھی شامل ہیں۔

وفد نے شکایت کی کہ اردو استانیوں کا تبادلہ بوجہ گرانی کے مکانوں سے دور مقامات پر تقرر کیا گیا ہے۔ انھیں ان کے محلے کے اسکولوں میں رکھا جائے اور باقی تبادلے کئے جائیں۔ وزیر تعلیم نے یہ مطالبہ منظور کر لیا۔ • قومی آواز۔ لکھنؤ

سنبھل میں اردو کی تعلیم میں دشواری

سنبھل مراد آباد۔ سنبھل کے پرائمری اور جونیر ہائی اسکول میں اردو کی تعلیم کا انتظام معقول ہے لیکن ثانوی درجات میں انتظام غیر تسلی بخش ہے۔ ایک مقامی انٹر کالج میں گذشتہ برس تک یہ انتظام تھا کہ لڑکے اردو پڑھ سکتے تھے لیکن اس سال پرنسپل نے ٹائم ٹیبل اس طرح بنایا ہے کہ آرٹ کے طالب علم اگر اردو لینا چاہیں تو نہیں لے سکتے ہیں۔ جب ذمہ داروں کی توجہ اس طرف مبذول کرائی گئی تو بات درست کرنے کا وعدہ کر لیا گیا لیکن اس پر ابھی تک عمل درآمد نہیں کیا گیا۔

ثانوی درجات میں طالبات کے لئے اردو پڑھنے کا انتظام کسی تعلیمی ادارہ میں نہیں ہے۔ اس سال گورنمنٹ گرلز ہائی اسکول میں اردو ٹیچر کا تقرر عمل میں آگیا ہے لیکن دوسرے گرلز کالجوں میں یہ انتظام نہیں کیا گیا ہے۔ کالج کے ذمہ داروں کا کہنا ہے کہ انھوں نے گذشتہ سال اردو مضمون کی اجازت مانگی تھی لیکن بورڈ نے اجازت نہیں دی۔ • قومی آواز۔ لکھنؤ

اردو کسی فرقہ یا طبقہ کے ساتھ مخصوص نہیں

پٹنہ۔ خدابخش لائبریری کے میدان میں ایک تعلیمی اور ثقافتی نمائش کا افتتاح کرتے ہوئے گورنر بہار شری آر۔ ڈی۔ بھنڈاری نے کہا کہ اردو زبان کسی ایک خاص فرقہ، طبقہ یا مذہب کی زبان نہیں بلکہ ہندوستان کی مخلوط تہذیب کی دین ہے۔

انھوں نے زمانۂ قدیم کی یاد تازہ کرتے ہوئے کہا کہ اس وقت بادشاہ یا راجہ ہندو اور مسلمان دونوں کے ساتھ مساوات کا سلوک کرتے تھے۔ انھوں نے کہا کہ اگر کوئی مسلمان یہ کہتا ہے کہ اردو صرف ان کی زبان ہے تو یہ غلط ہے اور اگر کوئی اسی طرح یہ کہے کہ اردو اس کی زبان نہیں ہے تو یہ بھی سراسر غلط ہے۔ یہ ہندوستان کی تہذیب و تمدن اور مرکب ڈھانچہ کی دین ہے اگر ایسی بات نہیں ہے کہ تو آج ہم اردو اکیڈمی کے چیرمین نہیں ہوتے۔ • ہاتف پٹنہ

زبان اردو کے لئے قانونی تحفظ

لکھنؤ۔ ریپبلیکن پارٹی آف انڈیا سوسائٹی کے عام [illegible] کے جلسے نے ایک قرارداد کے ذریعہ حکومت یو۔ پی سے مطالبہ کیا ہے کہ وہ ریاستی اسمبلی کے اجلاس میں اردو کو دی گئی سہولتوں اور اس کی

(باقی صفحہ ۹ کالم ۳ پر)

دوسرے اداروں کی خبریں

بہار اردو اکادمی کی امداد کے لئے درخواستیں مطلوب

بہار اردو اکادمی کے زیر اہتمام دی جانے والی امداد کے لئے مختلف قسم کے فارم تیار ہیں، جو اکادمی کے دفتر سے لئے جاسکتے ہیں یا پوسٹ بھیج کر منگوائے جاسکتے ہیں۔

کتب خانوں، انجمنوں، شاعروں اور مصنفوں سے درخواست ہے کہ فارم بھر کر اکادمی کے دفتر میں جلد سے جلد بھیج دیں۔ ۳۰ دسمبر تک درخواستیں موصول ہوجائیں تو سہولت ہو۔ ● صدر الدین

بہار اردو اکادمی

بہار ریاست میں کام کرنے والی انجمنوں اداروں، یونیورسٹیوں سے درخواست ہے کہ اپنی کارروائیوں، کارگزاریوں اور تحریکوں کی رپورٹ بہار اردو اکادمی کی رابطہ عوام سب کمیٹی کے کنوینر کے نام اکادمی کے دفتر کے پتہ پر جلد سے جلد بھیجدیں۔ ہمیں امید ہے کہ متعلقہ ادارے اس سلسلے میں ہماری مدد کریں گے۔ ● صدر الدین

لسانی تعصب کو حصول علم میں رکاوٹ نہ بنانے کا مشورہ

حیدرآباد: گورنر اترپردیش جناب میر اکبر علی خاں نے نوجوانوں اور طلبہ کو لسانی تعصب کا شکار ہوئے بغیر تمام زبانیں سیکھنے اور ایک دوسرے فرقے کے جذبات واحساسات کو سمجھنے کا مشورہ دیا ہے اور کہا ہے کہ لسانی تعصب کو حصول علم میں رکاوٹ بننے نہیں دیا جانا چاہئے گورنر اترپردیش اردو آرٹس کالج کے سنی کانوکیشن میں اردو ذریعہ تعلیم سے ڈگری امتحانات کامیاب کرنے والے طلبہ کو اسناد تقسیم کرنے کے بعد خطاب کر رہے تھے انھوں نے کہا کہ علم زبان وغیرہ کی بندشوں سے آزاد ہے اور اسے مسلسل لگن، جستجو اور محنت کے ذریعہ ہی حاصل کیا جاسکتا ہے اور یہی وجہ ہے کہ آج بھی غیر مسلم اسکالر، اردو، عربی، فارسی میں مہارت حاصل کر رہے ہیں تو دوسری طرف اردو طلبہ ہندی سنسکرت اور دوسری زبانیں سیکھ رہے ہیں اس لئے ضرورت اس بات کی ہے کہ اردو والے سنسکرت اور ہندی زبانیں بھی سیکھیں جناب اکبر علی خاں نے اردو کا ذکر کرتے ہوئے کہا کہ وہ اردو کے مستقبل سے نا امید نہیں ہیں اس کے لئے ملک میں فضا بدل رہی ہے اور انھیں یقین ہے کہ اردو اور دوسری زبانوں کے مابین جو غلط فہمیاں پیدا ہوگئی ہیں وہ بھی دور ہوجائیں گی۔ ● نامہ نگار

مرادآباد کی اردو ٹیچرس کانفرنس کی قراردادیں

۱۔ تمام اردو ٹیچرس کی تقرریوں کو مستقل کیا جائے اور انھیں تنخواہ کی مدّ دوسرے مسلسل دی جائیں۔

۲۔ ضلع مرادآباد کے تمام اسکولوں میں بھی اردو ٹیچرس کا تقرر کیا جائے۔

۳۔ ہر ضلع میں اردو کے مسائل کی دیکھ ریکھ کے لئے ایک انسپکٹر (اردو تعلیم) کا تقرر ہو۔

۴۔ ضلع مرادآباد میں اردو کو جملہ حقوق اور مراعات دی جائیں۔

۵۔ محکمہ تعلیم کے اردو مخالف افسران اور عملے کے خلاف کارروائی کی جائے۔

۶۔ جن اردو ٹیچرس کو ان کی قیام گاہوں سے دور تقرری دی گئی ہے ان کا تبادلہ ان کے علاقوں میں کیا جائے۔

● محمد نعمان، جنرل سکریٹری پرنسپل ٹیچرس یونین سنبھل

بزم سیماب دہلی کی ایک خصوصی نشست

بزم سیماب دہلی کا ایک خصوصی جلسہ ہوا، جس میں سب سے پہلے علامہ ابراحسنی گنوری اور جناب سلام مچھلی شہری کی وفات سے متعلق قرارداد منظور کی گئی۔

اس کے بعد ماہر غالبیات جناب مالک رام نے غالب کی زندگی اور ان کے کلام کی مقبولیت پر روشنی ڈالی، آخر میں شعری نشست ہوئی جس میں ممتاز شعرائے کرام نے اپنے اشعار سے سامعین کو نوازا۔

● ضیاء فتح آبادی، صدر بزم



تیلیچری میں اردو کالج کا افتتاح

تیلیچری (کیرالا) انجمن اصلاح اللسان کی جانب سے تیلیچری میں ایک اردو کالج قائم کیا گیا جس میں ادیب فاضل اور اردو ہائر کی تعلیم کا انتظام کیا گیا ہے۔ اس کالج کا افتتاح جناب ابراہیم سلیمان سیٹھ صاحب (صدر انڈین یونین مسلم لیگ) کے ہاتھوں عمل میں آیا۔ صدر جلسہ جناب پروفیسر محمد حسین شاکر نے اپنی تقریر میں کہا کہ کیرالا میں اردو کالج کا قیام اردو کی ترویج و ترقی کے لئے فال نیک ہے۔ ہمیں چاہئے کہ کیرالا میں اردو کی ٹھوس خدمت کے لئے جگہ جگہ اردو کی ابتدائی تعلیم کے اسکول کھولیں۔ مہمان خصوصی جناب ابراہیم سلیمان سیٹھ صاحب نے اپنی تقریر میں کہا کہ ہندوستان کی لسانی تقسیم کے بعد ہندوستان میں اردو کو کوئی مقام نہیں دیا گیا لیکن مجھے یہ کہتے ہوئے فخر محسوس ہوتا ہے کہ باوجود اس ناانصافی کے اردو ہر جگہ موجود ہے۔ انھوں نے یہ بھی کہا کہ اردو زبان کو اترپردیش، بہار اور آندھرا پردیش میں دوسری سرکاری زبان کا درجہ دیا جانا چاہئے۔ اس تقریب کے بعد کیرالا اردو کنونشن کی مجلس عاملہ کا ایک اجلاس بھی ہوا جس میں طے کیا گیا کہ کیرالا میں اردو کنونشن جنوری میں بلوایا جائے۔ تاریخوں کا تعین آئندہ اجلاس میں کیا جائے گا۔

• میر احمد علی

"کچھ ورق" کا جشن اجراء

انجمن ترقی اردو بھیونڈی کے زیر اہتمام ظفر الاسلام ظفر کے مجموعۂ کلام "کچھ ورق" کا جشن اجراء جناب مشتاق احمد مومن کی صدارت میں ہوا۔ جناب محمد ابراہیم نے رسم اجراء ادا فرمائی۔ کتاب کی پہلی کاپی جناب محمد ہاشم بنارسی نے ایک سو اکیاون روپے میں خریدی اور بعد ازاں متعدد حضرات نے ایک سو ایک، اکیاون، پچیس پچیس اور دس دس روپے میں ایک ایک کاپی خرید کر مصنف کی حوصلہ افزائی کی۔ کتاب کی قیمت چھ روپے ہے۔

• محمد افتخار سیکریٹری انجمن بھیونڈی

ترچناپلی میں اقبال صدی تقاریب

شعبۂ اردو جمال محمد کالج کے زیر اہتمام ۲۴ اور ۲۵ نومبر کو اقبال صدی تقریبات منائی گئیں۔ پہلا اجلاس ۲۴ نومبر کی صبح سابق پرنسپل جناب محمد سعید صاحب کی صدارت میں ہوا۔ اس اجلاس میں صدر نے پروفیسر سہروردی صدر شعبۂ اردو کے مجموعہ کلام "بوئے گل نالۂ دل" کا اجراء کیا۔ اس کے بعد صدر جمہوریہ، گورنر مدراس اور گورنر پانڈیچری کے پیغامات پڑھ کر سنائے گئے۔ پھر ممتاز اہل علم و ادب حضرات نے اردو، تمل اور انگریزی میں تقریریں کیں۔

دوسرا اجلاس ڈاکٹر امیر الدین احمد صاحب کی صدارت میں ہوا جس میں مختلف زبانوں میں مختلف عنوانات کے تحت مقالے پیش کئے گئے اور ان پر دیر تک بحث جاری رہی۔

رات کو محفل مشاعرہ منعقد ہوئی جس میں ممتاز شعرائے کرام نے اپنے کلام سے سامعین کو محظوظ کیا۔

۲۵ر کی شام کو حیدرآباد کے مشہور موسیقار جناب وٹھل راؤ اور ان کی پارٹی نے شام غزل کا پروگرام پیش کیا۔ • حضرت سہروردی

بزم اردو گورنمنٹ کالج گلبرگہ کا ادبی اجلاس

گلبرگہ۔ بزم اردو گورنمنٹ کالج گلبرگہ کا ادبی اجلاس اردو کے ممتاز شاعر حضرت سلیمان خطیب کی صدارت میں منعقد ہوا۔

مسرز عبدالقادر ادیب، مظہر الحق مبارک، مختار احمد شاہنواز خان نے مضامین سنائے اور مسرز جلیل تنویر، محمد جعفر کے علاوہ صدر جلسہ نے کلام سنایا۔

جلسے میں سلام مچھلی شہری اور ابن احمد تاب کے انتقال پر ایک قرارداد تعزیت منظور کی گئی۔

• سید اسد اللہ حسینی نائب صدر

سلام مچھلی شہری اور ابر احسنی گنوری کا سوگ

جن اداروں کی طرف سے ملک کے مشہور شاعر سلام مچھلی شہری اور سحاب سخن جناب ابر احسنی گنوری کے سوگ میں تعزیتی جلسوں کی رودادیں اور قراردادیں موصول ہوئی ہیں ان کے نام ذیل میں پیش کئے جاتے ہیں۔

(۱) شعبۂ اردو۔ دہلی یونیورسٹی۔

(۲) جامعہ کالج۔ جامعہ ملیہ اسلامیہ نئی دہلی۔

(۳) بزم ساز و ادب نظام الدین نئی دہلی۔

(۴) شعراء و ادبائے چنڈی گڑھ۔ چنڈی گڑھ • ادارہ

تبصرے

وحید اختر

نقش ہائے رنگ رنگ

مصنف: ڈاکٹر ظہیر احمد صدیقی
ناشر: شعبۂ اردو، دہلی یونیورسٹی
صفحات: ۱۵۶ ۔ قیمت: سات روپے

ظہیر احمد صدیقی نے غالب کے فارسی کلام کا ایک نمائندہ انتخاب کرکے اشعار کا اردو ترجمہ شائع کیا ہے۔ یہ انتخاب غزلیات و مثنویات سے کیا گیا ہے۔ مثنویوں میں سرمۂ بینش، چراغ دیر، باد مخالف، تقریظ آئینہ اکبری اور ابر گہربار شامل ہیں۔ غالب کو اپنے فارسی اشعار پر بجا طور پر فخر تھا۔ انھیں عظمت و مقبولیت اردو شاعری سے ملی، لیکن یہ حقیقت ہے کہ اگر فارسی کلام سامنے نہ ہو تو غالب کی فکری عظمت اور فنی دسترس کا احاطہ ادھورا رہ جائے گا۔ آج جبکہ فارسی ہمارے ملک میں اجنبی ہوتی جا رہی ہے، ظہیر احمد صدیقی کی یہ کوشش قدر کی نگاہ سے دیکھی جائے گی۔ ترجمے میں، اور وہ بھی جبکہ وہ لفظی ہو، شعر کے محاسن اور اس کی روح باقی نہیں رہتی، لیکن براہ راست فارسی اشعار نہ پڑھنے والوں کے لئے یہ بھی غنیمت ہے۔ ترجمے کی صحت کے لئے مرحوم پروفیسر ضیا احمد بدایونی کا نام ضمانت ہے، جن کی رہنمائی اور نگرانی مترجم کو حاصل رہی ہے۔ یہ کتاب شعبۂ اردو دہلی یونیورسٹی کی مطبوعات میں سے ہے اور سات روپے میں خریدی جا سکتی ہے۔

شاعروں کی صلیب

مصنف: کرامت علی کرامت
ناشر: شاخسار پبلیکیشنز، چاندنی بازار، کٹک
صفحات: ۱۸۴ ۔ قیمت: ۶ روپے

کرامت علی کرامت اردو ادب کی دنیا میں شاخسار (کٹک) کے مدیر اور بعض متنازع ادبی امور کے نقاد کی حیثیت سے روشناس ہوئے ہیں۔ ان کا غیر معمولی شغف اور ان کا وسیع مطالعہ ان کی متنوع ادبی دلچسپیوں اور تنقیدوں سے ظاہر ہے۔ یہ بات اور بھی لائق ستائش ہو جاتی ہے جب معلوم ہوتا ہے کہ وہ بنیادی طور پر سائنس کے طالب علم اور ریاضیات ایسے خشک، مجرد اور عقل آزما مضمون کے استاد ہیں۔ سائنس اور ریاضیات کے طریقۂ کار نے ان کے ادبی رویے پر بھی اثر ڈالا ہے۔ ادب و شعر سے ان کی دلچسپی ریاضیات کی تدریس کا رد عمل ہی نہیں، بلکہ اس کا تکملہ بھی ہے۔ ان کی سائنسی معروضیت اور ریاضیاتی عقلیت نے جدیدیت کے خالص موضوعی اور مخالف عقلیت میلانات کی تنقید بھی کی اور اردو میں ادب فہمی و شعر شناسی کو ان علوم کے طریقۂ کار اپنانے کا راستہ بھی دکھایا ہے۔ ایسے ذہن سے شاعری کا نزول ایک خوش آئند فال ہے۔ فراق نے ان کی شاعری کو خصوصیت کے ساتھ اسی لحاظ سے سراہا ہے۔ احتشام صاحب مرحوم کو ان کی شاعری میں وہ جدید فکری رو نظر آئی جو تعمیری ہے اور صحت مند توازن کی آئینہ دار۔

کرامت علی کرامت کے ذہنی اور شعوری کوائف کو سمجھنے کے لئے ان کا پیش لفظ اچھا نقطۂ آغاز بن سکتا ہے۔ ان کے سائنسی ذہن کی معقولیت پسندی جنون کی راہوں سے نا آشنا سہی، لیکن کبھی کبھی محسوس ہوتا ہے کہ اس کی گرفت کو ذرا اور نرم ہونا چاہئے تاکہ شاعری جو کبھی جنون ہے عقل سے بالاتر سطح پر بروئے کار آ سکے۔ جدیدیت کے سلسلے میں شدت پسند اور صالح کی تفریق تخلیقی ردعمل اور اظہار کو خانوں میں بند کرنے کی کوشش ہے۔ کرامت علی صاحب نے اپنی تنقیدوں کی اساس بھی اسی تفریق پر قائم کی ہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ جدیدیت (ادب میں) کو ادب اور غیر ادب کے لحاظ سے جانچنا بہتر طریقہ ہے کیونکہ اس طرح وہ تمام عناصر جو غیر متوازن، منفی، شدت پسند اور محض فیشن کے زائیدہ ہیں خود بخود ادب کے دائرے سے خارج ہو سکتے ہیں۔ شاعر کا اپنا تخلیقی تجربہ ہی اس کی جدیدیت یا غیر جدیدیت کا حقیقی معیار ہے۔ اگر تجربہ ہی سطحی اور مصنوعی ہے تو اس پر کوئی بھی لیبل اسے اعتبار کی سند نہیں دلا سکتا۔ کرامت علی کرامت نے اپنی شاعری میں جن میلانات کو ابھارا اور جن تصورات کو نمایاں کیا ہے، وہ اپنے عہد سے ہم آہنگ ہونے کے ساتھ جدیدیت کے صحیح رخ کے تعین میں مفید و معاون ہو سکتے ہیں۔ عقلی لحاظ سے ان کا رویہ مستحسن ہے لیکن ضرورت اس کی ہے کہ غیر شعوری سطح پر بھی یہ رویہ تخلیقی عمل سے ہم آہنگ ہو۔

شاعروں کی صلیب تین حصوں پر مشتمل ہے نظمیں، غزلیں اور ترجمے۔ تینوں حصے ایک ایسے شاعر کے ذہنی بلوغ، معقولیت پسندی، متوازن مزاج اور تخیل و تفکر کی صلاحیت کے غماز ہیں۔ انھوں نے جدید تر تجربات کے ساتھ زبان و بیان کے اصولوں سے

بھی اساتذۂ سخن کی معرفت سے اکتسابِ فیض کیا ہے۔ اسی طرح انھوں نے قدیم و جدید کے درمیان کوئی حدِ فاصل قائم نہیں کی۔ اور یہی بات انھیں دوسرے شعرا سے نمایاں کرتی ہے۔

کٹک ایسے دور افتادہ علاقے سے اردو کے ایک خوبصورت شعری مجموعے کی اشاعت کا اردو حلقوں میں مناسب خیر مقدم ہونا چاہیے۔ کیونکہ اسی طرح اردو زبان و ادب کے ہندوستان گیر ہونے کا اظہار ہوتا ہے۔ اسی کے ساتھ سائنس و ریاضی کے تربیت یافتہ ذہن کی شعری کاوش کی پذیرائی یوں بھی ضروری ہے کہ اردو کا جدید شعری مزاج علوم کی سخت حد بندیوں کو اسی طرح توڑ سکتا ہے۔ کرامت علی کرامت کا اردو زبان و ادب سے بے لوث لگاؤ بہت سے اساتذۂ اردو کے لئے قابلِ رشک ہو سکتا ہے۔ کتاب شاہکار پبلیکیشنز، بخشی بازار کٹک ۔ ۱ سے ۶ روپے میں مل سکتی ہے۔

نگارشاتِ حمایت

مصنف: کرنل مرزا حمایت علی بیگ

ناشر: حسن الدین احمد۔ ولا اکیڈیمی عزیز باغ سلطان پورہ حیدرآباد۔

صفحات: ۱۱۵ ۔ قیمت: تین روپے

کرنل حمایت علی بیگ حیدرآباد کے ایک خوش ذوق فوجی افسر تھے جو ادب و شعر سے والہانہ شغف رکھتے تھے۔ حیدرآباد کے اکثر قابلِ ذکر ادیبوں شاعروں سے اُن کی دوستی تھی اور ادب میں ان کا مطالعہ وسیع تھا۔ ولا اکیڈیمی نے اُن کی وفات کے بعد اُن کے بکھرے ہوئے مضامین اور تخلیقی کاوشوں کو یکجا کر کے کتاب کی صورت دے دی ہے۔ "نگارشاتِ حمایت" پرانے حیدرآباد کے کلچر اور اس کی مرحوم رنگینیوں کا ایسا آئینہ ہے جس میں جدید تہذیب اور طرزِ معاشرت کی بعض انسان کش خامیاں اور نمایاں ہو جاتی ہیں۔ جاگیرداری تہذیب کی صحت مند قدروں اور انسان دوست رویوں کی دستاویز کی حیثیت سے یہ کتاب خاصے کی چیز ہے۔ یہ دستاویز ایک ایسے شخص نے قلم بند کی ہے جو نئی تعلیم اور نئے ذہن سے بہرہ ور تھا۔

کتاب ولا اکیڈیمی حیدرآباد سے تین روپے میں مل سکتی ہے

حرفِ شوق

مصنف: محمد منظور احمد

ناشر: مکتبۂ شعر و حکمت ۲۲-۲-۲۴۹ بازار نور الامرا حیدرآباد۔ ۲۴

صفحات: ۱۱۲ ۔ قیمت ۲ روپے ۵۰ پیسے

حرفِ شوق حیدرآباد کے ایک خوش فکر اور خوش گو شاعر کی غزلوں کا مجموعہ ہے جسے مکتبۂ شعر و حکمت، حیدرآباد نے شائع کیا ہے۔ پیش لفظ پروفیسر عبدالقادر سہروردی مرحوم کا قلم بند کیا ہوا ہے۔ ڈاکٹر رفیعہ سلطانہ اور ڈاکٹر مغنی تبسم نے بھی چند کلمات سے شاعر اور مجموعۂ شعر کا تعارف کرایا ہے۔

منظور صاحب اس لحاظ سے توجہ کے مستحق ہیں کہ شعر ان کے لئے ایک مشغلۂ اظہارِ ذات ہے، ان کا باضابطہ پیشہ نہیں اسی لئے وہ فیشن اور جدیدیت وغیرہ کے چکر میں بھی نہیں پڑے۔ اُن کے اشعار ان کے مزاج کی طرح سادہ لیکن ان کی شخصیت کی طرح بے لوث اور پُر خلوص ہیں۔ اُن کی زبان بھی اُن کے شعر کے مزاج کے مناسب سادہ، ہلکا پھلکا اور سلیس ہے جس کی تشکیل میں ان کی فطری شائستگی اور متانت کو بڑا دخل ہے۔ حیدرآباد کے ادبی حلقوں اور جلسوں میں وہ ایک سرگرم اور مخلص کارکن کی حیثیت سے جانے جاتے ہیں۔ شاعر کی حیثیت سے ان کا تعارف نیا نہیں اگرچہ وہ اس حیثیت سے بھی دکن میں اجنبی نہیں ہیں۔ اُن کے مجموعے کی اشاعت دکن سے باہر کی اردو دنیا میں اُن کی معصوم اور سراپا شوق شخصیت کو متعارف کرانے کا اچھا وسیلہ ہے۔ وہ اردو کے کلچر دہیں اور اردو، غزل کی تہذیب کے سچے نمائندے۔ اُن کے اشعار کو اسی معیار پر جانچنا چاہیے کیونکہ یہ شاعری مروجہ فیشنوں اور رجحانات سے بے نیاز ہو کر کی گئی ہے اور یہی اس کے حقیقی ہونے کی دلیل بھی ہے۔ کتاب صاف ستھری چھپی ہے۔ سرورق تیمور مرحمت نے بنایا ہے۔ قیمت تین روپے پچاس پیسے ہے۔

کل ہند اردو کانفرنس جیسا کہ اعلان کیا جا چکا ہے انجمن کی کل ہند اردو کانفرنس ۲۹، ۳۰ اور ۳۱ دسمبر ۱۹۷۲ء کو دہلی میں ہو رہی ہے۔ کانفرنس کی تیاریاں زور شور سے ہو رہی ہیں ریل کی رعایت کے فارم ریاستی شاخوں کو روانہ کئے جا رہے ہیں۔ ڈیلی گیٹ فیس دس روپیہ رکھی گئی ہے۔

مالک انجمن ترقی اردو (ہند) علیگڑھ، پرنٹر و پبلشر سید تحفظ حسین ایم اے نے لیتھو کو آپریٹو پریس علیگڑھ میں چھپایا اور دفتر مرکزی انجمن ترقی اردو (ہند) علیگڑھ سے شائع کیا۔